انما انا قاسم واللہ یعطی

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ مفیدہ عجیبہ در تحقیق و اثبات معنی ختم نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

تحذیر الناس

از افاضات مبارکہ

حجۃ الاسلام حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا

محمد قاسم صاحب قدس سرہ العزیز بانی دار العلوم دیوبند

مع توضیح المطالب

بعد نظر ثانی و تصحیح اغلاط وغیرہ

(مولوی) محمد اسحاق مالک کتبخانہ رحیمیہ دیوبند نے

اپنے

کتبخانہ رحیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع کیا

الجواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جنکو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اسکو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں؛ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجیے باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اسلئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کرکے خلائق کو گمراہ کرینگے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ اور جملہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ میں کیا تناسب تھا

سلہ یعنی آیۂ کریمہ میں جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اول اس کے معنی سمجھنے چاہئیں ۱۲ سلہ یعنی عوام کا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقط اس معنے خاتم النبیین ہیں کہ آپ سب سے آخری ہیں یعنی یہ عوام کا خیال ہے جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کما حقہ کا اظہار نہیں ہوتا ہے ۱۲ سلہ عوام کے اس خیال کے مطابق یعنی محض تقدم و تاخر زمانی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے بالذات کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں ہوتی ہے حالانکہ منطوق قرآن بیان فضیلت کاملہ کیلئے ہے۔ لہٰذا خاتم النبیین کے ایسے معنے لینے چاہئیں کہ جس سے پوری طور پر کامل و اکمل فضیلت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ثابت ہو ۱۲

جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم دوبالا ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے . . . . جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہے تو لیجئے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی با ایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب اور کسی اور کا فیض نہ ہوگا۔ الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی یعنے بالعرض ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں اگر یہ امور مذکور ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتے تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوا کرتا علی الدوام وجود اور کمالات وجود ذات ممکنات کو لازم ملازم رہتے۔ سو اسی طور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ الخ اور انبیاء کرام علیہ وعلیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اقتداء اور اتباع کا عہد لیا گیا۔ ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسٰی بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسٰی کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔ ادھر

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ علمت علم الاولین والآخرین بشرط فہم اسی جانب مشیر ہے شرح اس
معمے کی یہ ہے کہ اس ارشاد سے بر حاشیہ عام کو یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور
لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں سو جیسے علوم سمع اور اک اور علم بصر اور
پر یا ایں ہمہ قوت عاقلہ اور نفس ناطقہ میں یہ سب علوم مجتمع ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اور انبیاء باقی کو سمجھئے یہ ظاہر ہے کہ سمع و بصر اگر مدرک عالم ہیں تو بالعرض ہیں ورنہ مدرک حقیقی اور
عالم تحقیقی وہ عقل اور نفس ناطقہ ہی ہے اسی طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں
اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں مگر اسکے ساتھ یہ بھی
اہل فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالات علمی میں سے ہے کمالات عملی میں نہیں۔ الغرض کمالات ذوی العقول کل
دو کمالوں میں منحصر ہیں۔ ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور بنائے مدح کل انہیں دو باتوں پر ہے چنانچہ
کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جنمیں سے انبیاء
اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال کمال عملی انبیاء کو تو منبع العلوم اور
فاعل، اور صدیقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھئے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل، اور صالحین کو
مجمع العمل اور قابل خیال فرمایئے دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی
میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اسمیں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں
اور اگر قوت عملی اور ہمت میں انبیاء امتیوں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف
شہادت بھی انکو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب
ہوتا ہے۔ مرزا جان جاناں صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ۔ اور شاہ ولی اللہ
صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ۔ چاروں صاحب جامع بین الفقر والعلم تھے
پر مرزا صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ
صاحبؒ اور شاہ عبد العزیز صاحبؒ علم میں۔ وجہ اسکی یہی ہوئی کہ انکے علم پر انکی فقیری
غالب تھی اور انکی فقیری پر انکا علم۔ اگرچہ انکے علم سے انکا علم یا انکی فقیری سے انکی فقیری
کم نہ ہو سو ہی انبیاء میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ انکا عمل اور ہمت اور قوت اوروں کے
عمل قوت اور ہمت سے غالب ہے بہر حال علم میں انبیاء اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں اور مصداق
نبوت وہ کمال علمی ہی ہے جیسا کہ مصداق صدیقیت بھی وہ کمال علمی ہے چنانچہ لفظ نبأ اور صدق کی
بھی جو ماخذ اوصاف مذکور ہے اس بات پر شاہد ہے نبأ خود خبر کو کہتے ہیں جو اقسام علوم یا معلوم میں

اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اسکا منکر کافر ہے ایسا ہی اسکا منکر بھی کافر ہوگا اب دیکھئے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے، اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے، اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی لعبد نزا اس صورت میں جیسے قرأت خاتم بکسر التاء چسپاں ہے ایسے ہی قرأت خاتم بفتح التاء بھی نہایت درجے کو بے تکلف موزوں ہو جاتی ہے کیونکہ جیسے خاتم بفتح التاء کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے حاصل مطلب آیۂ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوۃ معروفہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصاف معروض و موصوف بالعرض موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے، اور وہ اسکی نسل ظاہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ یہ اس سے پیدا ہوتے ہیں وہ فاعل ہوتا ہے، چنانچہ والد کا اسم فاعل ہونا اسپر شاہد ہے اور یہ مفعول ہوتے ہیں، چنانچہ اولاد کو مولود کہنا اسکی دلیل ہے، سو جب ذات بابرکات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم موصوف بالذات بالنبوۃ ہوئی اور انبیاء باقی موصوف بالعرض تو یہ بات اب ثابت ہو گئی کہ آپ والد معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپکے حق میں بمنزلۂ اولاد معنوی، اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں غور کیجئے تو یہ بات واضح ہے، بہ آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ لانیکی ضرورت ہے، محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صغریٰ بنائیے اور اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ کو کبریٰ دیکھئے یہ نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں صورت اسکی یہ ہے کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کیساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ انکی جانوں کو بھی ان کیساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنے اقرب ہے، اور اگر بمعنے احب یا اولیٰ بالتصرف ہو جب بھی یہی بات لازم آئیگی کیونکہ احبیت اور اولویت بالتصرف کیلئے اقربیت

تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا، دلیل سنئے اول ایک بات سنئے کہ ایسی اقربیت جدائی
حقیقت سے بھی زیادہ ہے، بجز موصوف بالذات کے کہ موصوف بالعرض یا وصف عارض کی نسبت
ہوتا ہے اور کسی کو کسی کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ ربط افاضہ اگر بین الشیئین نہیں، تو تحقق
باعتبار اصل حقیقت استتار اور تباین ہوگا اگرچہ دونوں ایک موصوف میں اتفاقاً مجتمع
ہوں تو تقارب کجا اور اگر ربط افاضہ بین الشیئین ہے یعنی ایک موصوف بالذات اور دوسرا موصوف
بالعرض ہے تو لاجرم موصوف بالعرض کے ساتھ بحیثیت وصف عارض اور خود وصف عارض محتاج موصوف بالذات کے تشخص
ہوتے ہیں سو وصف عارض کو جو کچھ تشخص حاصل ہوتا ہے بہ تحقیق حاصل ہوتا ہے، اور علی ہذا القیاس ادراک شخص
بھی بعد ادراک اصل وجود ہوتا ہے چنانچہ دور سے کسی کو دیکھئے تو ایک وجود مبہم ہوتا ہے جسکا انطباق
ہزاروں احتمالوں پر متصور ہے پر جوں جوں قریب آتا جاتا ہے وہ ابہام مرتفع ہوتا جاتا ہے
اور تمیز جو ادراک تشخصات پر موقوف ہے حاصل ہوتی جاتی ہے، سو جب حالت بُعد میں یہ حال ہے
تو حالت قرب میں تو اس امر کو اور بھی وضاحت ہو جائیگی جسکی وجہ سے تقدم علی ادراک التشخصات
ضرور تر ہے، علاوہ بریں معلوم ہونا خود ایک وصف وجودی ہے، اور معلومات کا معلوم ہونا ضروری
جسکے معنی قطع نظر تقلید سے کر کے انصاف سے دیکھئے تو یہ معلوم ہوتے ہیں کہ افاضہ وجود ذہنی
عالم کی طرف سے اُسپر ہوتا ہے اور وہ نور علم جو ذات عالم کیساتھ ایسی طرح قائم ہے جیسے آفتاب
کا نور آفتاب کے ساتھ اسکو ایسی طرح محیط ہو جاتا ہے جیسے نور مذکور اشیاء مستنیرہ کو۔ اور ظاہر ہے
کہ عالم کو اگر ادراک معلومات کا ہوگا تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے فرض کرو آفتاب کو انوار
خاصہ در و دیوار کا علم، جنکو دھوپ کہتے ہیں سو ایسے میں نور مطلق جیسے صفت آفتاب ہے
اور تثلیث اور تربیع وغیرہ تقطیعات دھوپ جو صحن خانوں وغیرہ کی طرف سے لاحق ہوتے ہیں
اصل میں صفت صحن خانہا وغیرہ، اور اس وجہ سے درصورت علم مفروض جو آفتاب کو حاصل ہوگا علم
نور مطلق بایں وجہ کہ اپنی صفت ہے علم تقطیعات سے جو اوروں کی صفت ہے مقدم ہوگا، ایسے ہی بعد
علم مذکور صفت عالم ہے اور تشخصات معلومات صفات معلومات، اور اس وجہ سے علم صفت خود جو عین علم ہے
علم تشخصات سے مقدم ہوگا، اور ظاہر ہے کہ نور آپ بذات خود منور ہے اور یہ تشخصات اور تعینات
جو حقیقت میں حقیقت معلوم ہیں کیونکہ مسمی زید و عمرو وغیرہ یہ خصوصیات خاصہ ہیں جنکی وجہ سے
باہم تباین ہو گیا، نہ وہ امر مشترک جسکو حقیقت انسانی کہئے منور بالعرض، سو اس حرکت علمی میں
جب نور مطلق اول آیا اور حقیقت مذکورہ دوسری بار، تو درصورتیکہ مقصود بالعلم وہ حقائق ہیں